بدری پرشاد شنگلو

پہلا ایڈیشن .. .. .. (۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱ء)

نام .. .. .. بدری پرشاد ٹِنگلو

وطن .. .. .. کشمیر

موجودہ پتہ .. .. .. راج بھون ٹیلیفون ایکسچنج روڈ لکھنؤ

اشاعت .. .. .. مارچ ۱۹۸۱ء

مطبع .. .. .. نامی پریس لکھنؤ

قیمت .. .. .. ۱۵ روپے

ناشر .. .. .. اکرام الدّین

تعارف

مناسب سمجھتا ہوں کہ چند سطور سوانح حیات کے متعلق بطور تعارف پیش کروں تاکہ ناظرین وسامعین آپ کی ادبی وعلمی قابلیت سے مستفید ہوسکیں۔

آپ کا نام نامی بدری پرشاد ٹنگلو ہے آپ کشمیری پنڈت ہیں۔ بچپن ہی سے شعر وشاعری کا ذوق رہا فارسی ادب کا گہرا اثر پڑا۔ طالب علمی کے زمانے میں کبھی کبھی علّامہ اقبالؔ سے اصلاح لے لیتے تھے کیونکہ آپ کے والد محترم علامہ اقبالؔ مرحوم کے عزیز دوست تھے۔ فارسی میں بھی اشعار کہے لیکن ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کے بعد جب ترک وطن کرنا پڑا تو فارسی کلام کے ساتھ اور بھی کلام اردو تلف ہوگیا بقیہ حصّہ ناظرین کے پیش نظر ہے۔ اب لکھنؤ میں قیام ہے۔

آپ نے نام ونمود اور شہرت کے لئے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا آپ کے کلام کا معیار ایک بلند پایہ رکھتا ہے آپ کا کلام ہندی و عربی اور فارسی کا سنگم کہا جاسکتا ہے۔ عربی وفارسی کے الفاظ اس خوبی سے نظم کئے ہیں کہ کہیں سے ثقل نہیں پیدا ہوتا بلکہ شعر میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فارسی اور عربی کے الفاظ استعمال

کرنے کی پوری صلاحیت اور قدرت حاصل ہے۔ آپ کی جذبات نگاری، فلسفیانہ رنگ، پرواز تخیل اور جدت ادا لاجواب ہیں۔ آپ خوش طبع، وسیع الاخلاق، وضع دار، اور فراخ دل انسان ہیں آپ کا کلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ آپ کی اسلامی مذہبی معلومات گہری ہیں۔ دنیائے ادب میں ایسے لوگ کم پائے جاتے ہیں جن کی ہر مذہب کے متعلق عمیق معلومات ہوں۔ کہیں سے بھی لطافت کا دامن ہاتھ سے چھٹنے نہیں پایا۔

بن گیا ایک نغمۂ پرسوز
لب ہستی پہ میرا افسانہ
اک نظر سوئے کاسۂ درویش
اے مکین رواق شاہانہ
ہونے کا عیاں نجم حقیقت نہیں جب تک
پیدا نہ ہو دل میں شب گیسو کا تصور

یاد آئی مجھ کو چادر کہنہ بتول کی
روئے قمر پہ دیکھ کے سایہ سحاب کا
سجدہ میں رند مے کدۂ حسن گر گیا
طاق سحر میں دیکھ کے خم آفتاب کا

ارسطو کا بیان ہے کہ شاعری کا مقصد قدرتی اشیاء کی نقل ہے لیکن اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ شاعر کا کام واقعات کو من وعن رنگ کیفیت میں نقل کرتا ہے بلکہ یہ کہ شاعر کو محاکات اس حالت میں دکھانا چاہیئے جس میں چشم تخیل ان کو دیکھتی ہے۔

ایک ٹوٹا سا مکاں تھا تنگ و تار
اور اک آفت زدہ اس کا مکیں

تھی عقب میں بیکسی ماتم کناں
سامنے تقدیر تھی چیں بر جبیں
تک رہا تھا روزنِ دیوار سے
مفلسی کا دیدۂ ہول آفریں
ہر شگافِ شقف سے تھی برق پاش
غولِ عسرت کی نگاہ خشمگیں

آپ کے کلام میں ظرافت اور طنز بھی پایا جاتا ہے لیکن ایسا طنز جو حقیقت آمیز اور برادانہ معلوم ہونے والا ہے۔ ہمہ کلام زندگی کے مختلف زاویوں، شباب کی رعنائیوں اور مسرت کی لہروں میں غرق ہے۔ اور ان مسرتوں کا احساس شاعری کے بڑے حصے کو دامانِ باغباں اور سبد گل فروشں بنا دیتا ہے آپ نے اپنے کلام میں حسن و عشق کا جو منظر پیش کیا ہے اپنا جواب نہیں رکھتا۔

بھر رہی تھی حسن رنگیں کا سبد
ناز کے پھولوں سے چشمِ سرمگیں

چٹانوں سے الجھتا جا رہا ہوں
ہتھیلی پر لئے اک آب گینا

آپ کا کلام پڑھنے سے ناظرین کو عربی و فارسی کا اچھا خاصا ذخیرہ دستیاب ہو سکتا ہے ایسا کلام جو انسان کے جذبات و احساسات پر گہرا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بزم ادب کے شائقین ضرور اس کلام کو پڑھ کر فیض یاب ہوں آپ کا کلام زندۂ جاوید کا مرتبہ رکھتا ہے۔ میں بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں برکت عطا فرمائے اور دنیائے ادب میں زندہ و پائندہ رہیں۔ فقط

ایس۔ ایم۔ اختر علی ادیب لکھنوی

فہرست

دو لفظ

شاعری اس وقت تک قالبِ بے جان ہے جب تک اس میں تصوّف کا عنصر شامل نہ ہو۔ شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے اور تصوف جذبات کا سرچشمہ ہے جس کا مغز عشق حقیقی ہے جو سرتاپا جذبہ اور جوش ہے۔

بے تکلف کلام متکلّم کے حال کا ترجمان ہوتا ہے ذیل شعر مصنف 'لالہ زار' کے علم تصوّف کا اعلان کرتا نظر آتا ہے ؎

اسمائے ایزدی کے دکھاؤں تجھے صوَر
تجھ کو بتاؤں معنیٔ اعیان ثابتہ

بہت سے اشعار میں رنگِ تصوّف نمایاں ہے کلام میں عربی فارسی اور اردو کے الفاظ کا بہترین ذخیرہ ہے۔

اکرام الدین (ایم۔اے۔بی۔ٹی)
استاد معہد۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ ۲/۸۱

○

غزل مسلسل

سیل دردِ غم نہانی دیکھ
گریۂ یاس کی روانی دیکھ

اپنی تصویر بن گیا ہوں میں
اے صنم میری بے زبانی دیکھ

زیرِ شمشیرِ سرد مہریٔ یار
سوزِ الفت کی سخت جانی دیکھ

ایک اُجڑی ہوئی سی بستی ہے
اپنے عاشق کی زندگانی دیکھ

سوزِ عشق اپنے دل میں ڈھونڈ صنم
سنگ میں آتشِ نہانی دیکھ

متبسم شگفتہ رنگیں لب
دل کے زخموں کی شادمانی دیکھ

بزمِ جاناں میں آ کبھی زاہد
حُسن اور عشق کی جوانی دیکھ

خوش گلو مطربوں کے نغمے سن
دَورِ صہبائے ارغوانی دیکھ

ہر سُخن ایک مَوجِ شیریں ہے
یار کا طرزِ خوش بیانی دیکھ

رنگ میں ہیں عذوبتیں غلطاں
لعلِ لب کی شکر فشانی دیکھ

کُلبۂ تنگ چھوڑ تیرہ نصیب
وسعتِ عیشِ زندگانی دیکھ

پی مئے عشق باغِ حُسن میں آ
پتّے پتّے پہ نقشِ مانی دیکھ

عشقِ لاہوت اتّقا ناسوت
عشق کا اوجِ آسمانی دیکھ

اُفقِ حق پہ ہے طُلوعِ مجاز
حُسنِ اوّل میں حُسنِ ثانی دیکھ

ماہ و انجم سے تا بہ ذرّۂ خاک
عشق کامل کی حکمرانی دیکھ

سرنگوں عقل شرع زیرِ نگیں
جذبۂ دل کی کامرانی دیکھ

کیا حوادث کا خوف یارِ عزیز
یہ بھی اک دورِ زندگانی دیکھ

کوہِ غم سے نہ بھاگ تیشہ اٹھا
سعئ پیہم کی کامرانی دیکھ

کاٹ پتھر کو اور پھر اُس میں
فتح کی شکل جاودانی دیکھ

○

غزلِ مسلسل

دیکھ یارب رنگ دوراں کی طرف
انقلاب فتنہ ساماں کی طرف

بڑھ رہا ہے سیل آتش بارِ عقل
پستیِ تخریبِ انساں کی طرف

ہے رواں بادِ سمومِ روحِ علم
امن و جمعیت کے بستاں کی طرف

نو عروسِ عقل انساں کا ہے رُخ
دیوِ علمِ حشر ساماں کی طرف

ہو رہی ہے مائل انساں کی سرشت
فطرتِ حیوانِ درّاں کی طرف

عقل پست اندیشیوں کے ثقل سے
جھک رہی ہے قعرِ عصیاں کی طرف

ہم نشیں تا کے، حدیثِ علم و عقل
آنکھ اٹھا ابرِ بہاراں کی طرف

مستِ مے ہو کر عنانِ فکر موڑ
اس پری رُو کی شبستاں کی طرف

چھوڑ اِس ظلمت کدے کو اور چل
جلوہ گاہِ حسنِ تاباں کی طرف

دل میں شمعیں آرزوؤں کی لئے
گامزن ہو بزمِ جاناں کی طرف

حُسن سے پیہم لئے جا درسِ عشق
دیکھ مت عُمرِ گریزاں کی طرف

مژدہ اے رُوحِ طرب ابرِ سیاہ
بڑھ رہا ہے کوئے خوباں کی طرف

لوٹ اے دل جلوہ گاہِ حُسن سے
بارگاہِ پاکِ یزداں کی طرف

اے تہی دستِ بہارِ ناز چل
رحمتِ حق کے خیاباں کی طرف

دیکھ اے لب تشنۂ جوئے مجاز
قلزمِ بے حد و پایاں کی طرف

اک نظر اے نقش بندِ کائنات
میرے سقف و بامِ ویراں کی طرف

بھیج یارب کاروانِ نور بھیج
کلبۂ تاریکِ احزاں کی طرف

کر در از اپنا یدِ شیرازہ ساز
میرے احوالِ پریشاں کی طرف

کچھ نم و رنگِ حیات ارسال کر
دل کے پژمردہ گلستاں کی طرف

ایک رشحہ اے سحابِ بے نیاز
خاک بر سر کشتِ ارماں کی طرف

اک نگاہِ تند اے برقِ کرم
خرمنِ آلام و حرماں کی طرف

اک نظر ابرِ سبک گام اک نظر
سبزۂ گورِ غریباں کی طرف

اے خبیر اے عالم الغیب اے بصیر
دیکھ میرے دردِ پنہاں کی طرف

اے رحیم اے منبعِ ابرِ کرم
دیکھ میری چشمِ گریاں کی طرف

اے جمیل اے شمعِ بزمِ کائنات
دیکھ میری جانِ سوزاں کی طرف

دیکھ یورشِ اے حکیمِ کارساز
نشترِ غم کی رگِ جاں کی طرف

شانہ سازِ گیسوئے کونین دیکھ
میرے بھی قلبِ پریشاں کی طرف

غرفۂ رحمت سے جھانک اے شاہِ حسن
عاشقِ گریاں و نالاں کی طرف

غزل مسلسل

اب نہ دل سے چھیڑ چھاڑ اے دیدۂ جانانہ کر
پھر سے اُلفت کے نقوشِ کہنہ کو تازا نہ کر

کبر در آغوش مہر و التفاتِ خام سے
میرے مانوسِ تغافل عجز کو رسوا نہ کر

تیرگی سے یاس کی مانوس ہے محرابِ زیست
اس میں اب روشن چراغِ وعدۂ فردا نہ کر

شوقِ رسوا کی برہنہ ناتمامی کے لئے
اب مہیا عشرتِ تکمیل کا جاما نہ کر

سادہ و افسردہ رہنے دے مِرا نقشِ حیات
رنگ بھرنے کا اب اُس میں اہتمام اصلا نہ کر

ہے گسستہ تارِ مدّت سے مرا سازِ امید
چھیڑنے کی اب اسے تو زحمتِ بیجا نہ کر

مضمحل سے ہیں ورق میری کتابِ زیست کے
اور انھیں آزردۂ انگشتِ بے پروا نہ کر

— —

○

غزل مسلسل

سایۂ ابر بھی تھا منظرِ گلزار بھی تھا
یار بھی پاس تھا دورِ مےِ گلنار بھی تھا

آرزوئیں بھی شگفتہ تھیں بہ آغوشِ حیات
ضَوفشاں مثلِ سحر طالعِ بیدار بھی تھا

رشحۂ ابر سے تابندہ تھی سبزے کی جبیں
جنبشِ باد سے ہر نخل گہربار بھی تھا

نہر کا نقرۂ آوارہ بھی تھا پیشِ نظر
زر بکف سامنے ہر گوشۂ گلزار بھی تھا

فیضِ مستی سے ہم آہنگ تھے ناز اور نیاز
میں بھی تھا غرقِ شراب اور مرا یار بھی تھا

شفقِ نشہ میں غلطاں نمِ مے سے شاداب
نرگسِ چشم بھی تھی لالۂ رخسار بھی تھا

پا بہ گلِ وضعِ حیا سے نہ تھی طبعِ محبوب
نگہہ لطف میں شوخی بھی تھی اقرار بھی تھا

کاکلِ شوق نہ تھی شانۂ تمکیں کی مطیع
حسن بیتاب بھی تھا ضبط سے بیزار بھی تھا

ہائے ماضی کے وہ ہنستے ہوئے رنگیں لمحے
کیف تھا سوز تھا آغوش میں دلدار بھی تھا

○

فلسفۂ نشاط

دھندلی دھندلی ہے ہر خوشی کی صورت
بگڑی بگڑی سی ہے زندگی کی صورت
کس درجہ اُداس ہے چمن زارِ زیست
حسرت زدہ ہے کلی کلی کی صورت

تا چند حدیث یاس و حرماں اے دوست
تا کے رُوداد درد پنہاں اے دوست
یہ دن ہیں بہار کے خوشی کے دن ہیں
آئی ہے بہار گل بداماں اے دوست

ہر نخل ہے پیکرِ محبّت اے دوست
ہر گل تجھے دے رہا ہے دعوت اے دوست
ہیں بوئے نسیم سے فضائیں سرشار
طاری ہے عالمِ مسرّت اے دوست

ہر واقعۂ رنج والم سے منھ موڑ

شادی سے ہم آغوش ہو غم سے منھ موڑ

فطرت کی کمی ہے غم، خوشی افزونی

تو بیش پہ ہاتھ ڈال کم سے منھ موڑ

جب عشق میں درد کا ہو عنصر شامل

اس عشق سے اے عزیز میں کیا حاصل

با کیفِ نشاط، عشق آئینۂ حق

بے کیف نشاط، عشق سحرِ باطل

فیضانِ بہار سے گلستاں شاداب
ہر کوہ و وادی و خیاباں شاداب
سبزہ فرطِ طرب سے جنباں چپ و راست
ہر لالہ و یاسمین و ریحاں شاداب

اِس عالمِ تازگی و سیرابی میں
اِس عالمِ رنگ و بو و شادابی میں
افسوس گزرتا ہے تو دن اپنے
یاس و غم و اضطراب و بیتابی میں

--

نظم

اے فساد و عناد کے بانی
جادۂ کذب و مکر کے راہی

اے رسومِ قبیح کی متروک
کرم خوردہ کتاب کے قاری

اے تعصّب گزیدہ نخلِ نفاق
سایہ افگن بروئے بدبختی

دمبدم خونِ ملتہب سے ترے
بغض کے خار و خس کی سیرابی

تجھ سے ادیان میں نزاع و خلل
تجھ سے ہمسائگاں میں بے لطفی

تجھ سے ژولیدہ زلفِ جمعیت
تجھ سے افسردہ روئے بہبودی

ایک مکروہ سا تصنّع ہے
تیرا طرز و طریقۂ دینی

قشقۂ سُرخ داغِ خونِ ضمیر
طُرّۂ سر، لوائے عیّاری

پیچ تزویر کا ترا زنّار
دامِ سالوس کا تری دھوتی

ہے ریا کی تہوں میں پوشیدہ
خلق سے تیرا گوہرِ اصلی

ہند والوں کی سادہ لوحی پر
ناز کرتی ہے تیری خود نفسی

خار ہے تیرے بس بھرے دل میں
میرا آزاد مسلکِ رندی

میرا دل طاقِ بیخودی کی شمع
تو جبیں سائے پائے دیوِ خودی

تیری گفتار میں خروشِ تضاد
میرے نغمات میں خوش آہنگی

میں سراپا ترانۂ الفت
تو مجسّم نقیضِ بدخواہی

مجھ کو مرغوب آشتی۔ تجھ کو
جنگ و غارت گری و خونریزی

میری دنیا خلوص و نغمہ و حُسن
تیرا ماحول فتنہ انگیزی

گُل بداماں مِری بہارِ حیات
تیغ در آستیں تری ہستی

میری جھُگی میں ہے زمردِ حُسن
او تعصّب کے زہر بار افعی

مری آنکھوں میں نورِ خندۂ حُسن
تو خیالاتِ تیرہ کا قیدی

تجھ سے مخفی ہیں نور کے گنبد
بومِ اطلالِ پست اندیشی

تیرا پیشہ ریا کے بت گڑھنا
وادئ تار میں تعصّب کی

مکر و فن سے زمانہ سازی سے
زر بھی حاصل تجھے فضیلت بھی

وقت لیکن قریب ہے جب خلق
تیرے باطن سے باخبر ہوگی

ہو رہا ہے اُفق غبار آلود
اٹھ رہی ہیں فضا میں لہریں سی

دیکھ طوفانِ حق ہے پا بہ رکاب
ڈوبنے کو ہے ڈھونگ کی کشتی

--

نظم

اے شیخ دیکھ حُسنِ فضا وقتِ مقصرہ
باہر نکل خدا کے لئے چھوڑ صَومعہ

منڈلا رہے ہیں نوریں خاکے سواد کے
فطرت کے ارتسام کا دیکھ آکے معجزہ

اتر رہی ہے شام اُجالے کے دوش پر
پھیلا کے اپنی زلف معنبر کا سلسلہ

تسبیح چھوڑ اور مصلّٰی کو بھول جا
سُن آکے باغ میں گل و بلبل کا تذکرہ

تا کے شمارِ سُبحہ و پرہیز و اعتکاف
تا چند گوشہ گیری و زہد و مراقبہ

اے شیخ کر نگاہِ حقیقت شناس سے
شانِ خدا کا سبزہ و گُل میں مشاہدہ

اسمائے ایزدی کے دکھاؤں تجھے صوَر
تجھ کو بتاؤں معنیٔ اعیانِ ثابتہ

ہر نو دمیدہ گُل ہے اک الہامِ دلفروز
ہر لالۂ شگفتہ ہے اک نصِّ بیّنہ

ہر نخل اک کتاب ہے ہر سنگ اک حدیث
ہر آبجو ہے بربطِ عرفاں کا زمزمہ

ہستی کے رنگ و کیف کی جولانیاں بھی دیکھ
اے بستۂ فرائض و آدابِ خانقہ

لرزاں فضا کے سینہ میں ہے شعلۂ طرب
رقصاں نسیمِ تازہ میں ہے روحِ میکدہ

چھٹکی ہوئی ہے یاسمِ و نسریں کی چاندنی
زرّیں ہے تابِ رنگ سے گیندے کا قمقمہ

ہیں جمع ہر روش پہ حسینانِ شوخ و شنگ
طغیانِ حُسن سے ہے چمن جنّت نگہ

دیکھ آ کے ناز و عشوہ کی زندہ حقیقتیں
اے آرزوئے حورِ جناں کے فریفتہ

خوشوں سے تاکِ ساعتِ موجود کے شتاب
کر لے کشید عیش و طرب کی دو آتشہ

دیکھا ہے کس نے خمکدۂ عاقبت ولے
پُر کیف ہے فشردۂ لمحاتِ حاضرہ

یوں کر رہا ہے ظلمتِ ہستی پہ قہرِ نور
لحظہ بہ لحظہ ثبت حسینوں کا قہقہہ

تازہ بہ تازہ جیسے کسی ابرِ مست کی
شنگول جبیں پہ قشقۂ زرّینِ صاعقہ

کس درجہ لطفِ زندہ کے آگے حقیر ہے
اے بندۂ خدا ترا جنّت کا وسوسہ

نا آشنائے حُسن نہ بن ورنہ بے خبر
رہ جائے گا یقین ترا بن کے واہمہ

آ میرے پاس میری صُراحی سے نوش کر
حُسن و جمال کی ہے تو شرنگ و خوش مزہ

○

غزلِ مسلسل

موسمِ گُل ہے اور وقتِ صباح
بھر صبوحی سے اے صنمِ مصباح

آج آنکھیں ہیں کیوں ملول تری
اے دلارام اے بتِ مُلّاح

جیف ہو جائے غرقِ بحرِ الم
کشتیٔ انبساط کا ملّاح

جیف بن جائے غمکدے کا مکیں
شادمانی کے قصر کا طرّاح

حیف ہو جائے یوں غبار آلود
حُسن کی روحِ خُرّم و منفراح

ننگ ہستی ہے گر مکدّر ہو
گردِ کلفت سے حُسن کا مراح

پی صبوحی سنوار اپنا حُسن
اے شہ حُسن اے بتِ ملّاح

چشم ہے کحل کے لئے بیتاب
بیتِ ابرو ہے تشنۂ اصلاح

بن سنور کر حنا و غازہ سے
حُسنِ غمگیں کو دے نویدِ مراح

گوندھ چوٹی میں نسترن کے پھول
یاسمن کا گلے میں ڈال وشاح

حُسن کے شعلہ کو فروزاں رکھ
اے شبستانِ ناز کے مصباح

حُسن سے ہستئ بشر شاداب
حُسن سے جان و دل کو حاصل راح

حُسن کاریزِ مزرعِ اجسام
حُسن خوشبوئے عالمِ ارواح

حُسن سِرِّ حیات کا کاشف
حُسن قفلِ ممات کی مفتاح

حُسن سے طرحِ عافیت مُحکم
حُسن پر انحصارِ خیر و فلاح

حُسن پر سو تجلّیاں قُرباں
حُسن کا ربِّ طور خود مداح

--

غزل

قوسِ مُشکیں خمِ ابرو کو بنایا ہم نے
چترِ سیمیں رخِ نیکو کو بنایا ہم نے

تیرے رخسار کو دی لالۂ و گل سے نسبت
شبِ یلدا ترے گیسو کو بنایا ہم نے

اے صنم دے کے تری شوخ نگاہی کو فروغ
برقِ سوزاں رمِ آہو کو بنایا ہم نے

سرِ یزداں کو ہوس جس کی ہو وہ بالشِ ناز
اے دلارا ترے زانو کو بنایا ہم نے

راحِ روحِ دو جہاں اے بتِ رعنا تیرے
لبِ گلرنگ کی خوشبو کو بنایا ہم نے

جس پہ کونین کھنچ آئے وہ دل آویز کشش
تیری گفتار کے جادو کو بنایا ہم نے

خود بنے برہمنِ بُتکدۂ حُسن و جمال
اور اک بُتِ دلجو کو بنایا ہم نے

--

○

نظم

(مزدور کا خواب)

ایک مزدورِ تبہ حال و حزیں
خستہ جاں بے روزگار اندوہگیں

عُسرت و آفاتِ پیہم کا اسیر
ایک ٹوٹے سے گھروندے کا مکیں

محو تھا اک خواب میں سویا ہوا
خواب تھا یا منظرِ خلدِ بریں

سامنے اک لالہ زار آیا نظر
روح افزا و مسرّت آفریں

دور تک پھیلا ہوا تھا وہ چمن
تھیں حدیں اس کی افق پر جاگزیں

دوب کے طاسِ بسیط و سبز پر
ضوفشاں تھے غنچہ و گُل کے نگیں

سوسن و ریحاں بنفشہ نسترن
لالۂ و بستاں فروز و یاسمیں

گُلبن و گُل کوزۂ و تاجِ خروس
شمبلید و نرگسِ ناز آفریں

ہر شجر تھا رکنِ ایوانِ بہار
ہر حجر تھا حرزِ بازوئے زمیں

آستانِ صبح پر تھی سجدہ ریز
لالۂ نورس کی پاکیزہ جبیں

فیضِ شبنم سے بوقتِ اہتزاز
دُرفشاں تھی شاخِ گل کی آستیں

مست تھا اپنی مہک سے موتیا
سیوتی کی انکھڑیاں مخمور تھیں

اک خمخانہ تھا حُسن و رنگ کا
اس چمن کا جلوۂ کیف آفریں

مست گل تھے مست تھی بادِ صبا
مست تھی ساری کی ساری گل زمیں

اور اس گلزار میں تعمیر تھا
ایک عالیشان قصرِ مرمریں

جس میں تھے اک مسندِ زرتار پر
جلوہ فرما شاہدانِ مہ جبیں

گلعذار و سیم ساق و غنچہ لب
نازک اندام و جمیل و نازنیں

گلبدن گل پیراہن رنگیں جمال
خوش سلیقہ خوش ادا خوشخو حسیں

ہر نگار اک پیکرِ پاکیزگی
لوحِ زیبائی کا نقشِ دلنشیں

صبحِ رعنائی کا نجمِ تابناک
بحرِ محبوبی کا لولوئے ثمیں

دے رہا تھا دعوتِ لطف و نشاط
چشم و دل کو ان کا حُسنِ بے قریں

صبحِ عارض سے تھی گرمِ اختلاط
سایۂ گیسو کی شامِ عنبریں

بھر رہی تھی حُسنِ رنگیں کا سبد
نازکے پھولوں سے چشمِ سرمگیں

مطربوں اور مغنیوں کا تھا ہجوم
دور میں تھے سیم و زر کے ساتگیں

پوچھ مت نغماتِ شیریں کا اثر
لحن کی اک اک ادا تھی دلنشیں

سامعہ کی وادیِ شاداب میں
موجزن تھے چشمہ ہائے انگبیں

ساز تھا یا میکدہ آہنگ کا
ہر صدائے نغمہ تھی کیف آفریں

جھومتے تھے زمزموں کے ساتھ ساتھ
وجد میں بزمِ طرب کے سامعیں

دور مے تھا نغمۂ جاں بخش تھا
گلرخانِ شوخ تھے مسند نشیں

ہائے لیکن سب یہ بزم آرائیاں
سحرِ باطل تھیں فسونِ خواب تھیں

صبح ہوتے ہی دگرگوں تھا سماں
خواب اوجھل تھا حقیقت تھی مبیں

ایک ٹوٹا سا مکاں تھا تنگ و تار
اور اک آفت زدہ اس کا مکیں

تھی عقب میں بیکسی ماتم کناں
سامنے تقدیر تھی چیں بر جبیں

تک رہا تھا رخنۂ دیوار سے
مفلسی کا دیدۂ ہول آفریں

ہر شگافِ سقف سے تھی برق پاش
غولِ عسرت کی نگاہِ خشمگیں

وَرد سا اٹھا وہ تیرہ روزگار
فرشِ غم سے بادلِ اندوہ گیں

سامنے اک غرفۂ بشکستہ تھا
خرمنِ نورِ سحر کا خوشہ چیں

آرہی تھی اس سے اٹھلاتی ہوئی
صبحِ نورس کی شعاعِ اوّلیں

اک خجستہ پے کرن زہرہ سرشت
اور سب کرنوں سے پاکیزہ تریں

چرخِ نیلی طاق کی ہم مرتبہ
مہر ماہ و مشتری کی ہم قریں

یوں ہوئی اس بے نوا سے ہم کلام
اے غریب اے کلبۂ غم کے مکیں

تیری تیرہ زندگانی کے لیئے
عرش سے لائی ہوں میں شمعِ یقیں

فیض ربانی سے ہونا نا امید
بندۂ مجبور کو واجب نہیں

مت سمجھ غافل ترے دکھ درد سے
بے خبر ہے خالقِ جاں آفرین

جلوہ گر تاجِ الوہیت پہ ہے
تیری چشمِ تر کا ہر دُرِّ ثمین

بن گئی طاقِ مشیّت کا چراغ
تیری اے مظلوم آہ آتشیں

دیکھتا جا کیا عیاں ہونے کو ہے
برق پرور ہے زمانے کی جبیں

بجلیاں طوفاں بگولے آندھیاں
بال افشاں ہیں پسِ عرشِ بریں

سرکش و سرزن ہے روحِ انقلاب
اب قرار اس دہر میں ممکن نہیں

منقلب ہو جائیں گے بالا و پست
خاک پر ہو گی ثریّا کی جبیں

منعموں کے نیّرِ اقبال کا
ذرّہ پامال ہو گا جانشیں

ڈوبتے خورشید کے گلگونہ سے
لالہ رُو بن جائے گی خاکِ زمیں

ہو گا ہم آہنگ نبضِ کبریا
بندۂ مظلوم کا قلبِ حزیں

سن بشارت اے غریبِ خستہ جاں
مہرباں ہے تجھ پہ رب العالمیں

جلد ہوگی غنچگی سے ہم کنار
تیری بنجر زندگی کی سرزمیں

رشتۂ فرسودہ تیری زیست کا
جلد تر بن جائے گا حبل المتیں

تیرے غم کی تیرگی بن جائے گی
لیلیٰ عشرت کی زلفِ عنبریں

تیرے دل میں ہوگا نورِ ایزدی
تیرے سر پر سایۂ روح الامیں

یہ کہا اور وہ شعاعِ خوش سیر
ڈال کر اس پر نگاہِ واپسیں

دفعتاً اُس کی نظر سے ہو گئی
کاروانِ نور میں اوجھل کہیں

--

○

غزل

دورِ مے ہے لطفِ ناؤ نوش ہے
فکرِ فردا ہے نہ وہمِ دوش ہے

روح رقصاں ہے بہار آگیں ہے دل
جامِ سیمیں میں مے سرجوش ہے

خلد در آغوش ہے ایوانِ زیست
زر فشاں ہر لمحۂ گل پوش ہے

سازِ بشکستہ ہے فکرِ روزگار
شمعِ آلامِ کہن خاموش ہے

صبحِ عشرت سے بصد لطف و نشاط
لالۂ اُمیّد ہم آغوش ہے

ہر تمنّائے شگفتہ زر بکف
ہر تصوّر بوستاں بر دوش ہے

اے صنم چھیڑ آج میرا سازِ دل
دیکھ ان پردوں میں کیا روپوش ہے

--

نظم

میری گفتار نغمۂ تہلیل
میرا دل دیرِ حسن کی قندیل

اے ندیم اے کہ تیرا ذوق وسیع
فطرتِ حسن آشنا کی دلیل

مجھ سے فکر و فنونِ ہند کی سن
چند لفظوں میں سرگذشتِ طویل

فکرِ اسلام اور فکرِ ہنود
شوخیٔ آہو و متانتِ پیل

ایک تہذیب حسن کا گلزار
دوسری ضبط و تمکنت کی فصیل

ایک رنگین ولولوں کی بہشت
دوسری جلوہ گاہِ صبرِ جمیل

ادھر امروز غایت ہر کار
فکرِ فردا ادھر پئے تکمیل

اِس طرف آنِ حال کی تزئین
عصر آیاں کی اس طرف تشکیل

اِس طرف گُل بکف عقیدت و عشق
زر بجیب اُس طرف فہیم و عقیل

اِس طرف حُسن کا سُبک یا رقص
اُس طرف عقل کا جمودِ ثقیل

حُسنِ اسلام مری آنکھ سے دیکھ
بینیٔ ہند میں طلائی کیل

مرمریں مقبروں کا حُسنِ لطیف
روحِ شبنم ہے سنگ میں تحلیل

دیکھ احجار کی تراشِ سبک
دیکھ پتھر میں حُسن کی تکمیل

دیکھ حُسنِ رُخام لخشاں میں
سنگِ موسیٰ کی خوشنما تخییل

غازۂ ناز ہر سگھڑ محراب
بازوئے حسن ہر ستونِ جمیل

ہر عمارت طلسمِ طرّاحی
ہر عمارت لطیف و صاف و جمیل

جیسے کوئی سحر کا خوابِ حسیں
جیسے شاعر کا جلوۂ تخئیل

دیکھ اعجازِ مغلیہ فن کا
دیکھ نقش و نگار کی تجمیل

رنگ و انگارہ پر نظر دوڑا
دیکھ تصویر کو علی التفصیل

دیکھ نرمیِ خطوطِ نازک کی
اور رنگوں کا امتزاج جمیل

کیوں نہ ہر خط میں ہو روانیٔ موج
طبع رسّام جب ہو مثلِ میل

ان تصاویر کو سمجھ اے دوست
خوابِ رنگینِ حُسن کی تاویل

ان سے زرّیں نگارِ مسندِ فن
ان سے رخشندہ حُسن کا اکلیل

ادبی نقطۂ نظر سے بھی
دیکھ اسلام کی صفاتِ جمیل

آئنہ میں سخن کے یارِ عزیز
دیکھ مسلم کا جوہرِ تخئیل

دیکھ اس کے کلام رنگیں میں
نزہتِ رنگ و خوبیٔ تسہیل

جس کے زیرِ عناں رہے گی مدام
رَو حوادث کی مثلِ اسپِ اصیل

الغرض دیکھ فکرِ مسلم کا
ثبت لوحِ بقا پہ نقشِ جمیل

ختم کرتا ہوں اب بیاں اپنا
نہیں واجب کلام کی تطویل

آخری بات اور سن لے ایک
اے مرے دوست اے انیسِ عقیل

آسماں پر ہیں محوِ رقص و سرود
شیبو و میکال و وشنو و جبریل

اور روئے زمیں پہ گرمِ ستیز
رام لال و محمد اسمٰعیل

--

غزل مسلسل

علی الصّباح مرے گھر وہ گلعذار آیا
مبارک اے دلِ غمگیں کہ غمگسار آیا

خدا کی شان ہے وہ مستِ ناز بے پروا
غریب خانہ میں با چشمِ اشکبار آیا

بصد نیاز و عقیدت گدائے عشق کے گھر
جہانِ حُسن و تجمّل کا تاجدار آیا

فضائے شور میں کلفت کی وہ گلِ رعنا
عذار و لب میں لئے رنگِ لالہ زار آیا

ہزار شکر کہ افسردگی کے عالم میں
نویدِ لطف سے لئے قاصدِ بہار آیا

خوشا کہ عین خزاں میں بصد تجلیٔ حسن
نفس میں بوئے گلستاں لئے نگار آیا

خوشا کہ از سرِ نو گلبنِ تمنّا کی
رگِ خزاں زدہ میں خونِ نو بہار آیا

خوشا کہ پھر سے ملا زندگی کو اذنِ نمو
گیاہِ خشک کو پیغامِ جوئے بار آیا

خوشا کہ عشق کی ظلمت سرائے حرماں میں
چراغِ شوق لئے حسن عشوہ کار آیا

خوشا کہ زیست کی آوارہ جوئے مضطر کو
وصالِ بحر میسّر ہوا قرار آیا

رباب در بغل و گل بکف چمن بردوش
عجب ادا سے مرے غمکدہ میں یار آیا

دلا وصال کے نغمے الاپ خوش ہو کر
کہ وقتِ خاتمۂ کربِ انتظار آیا

--

غزل

(تصوّر)

دن رات ہے دل میں بُتِ دلجو کا تصوّر
گیسو کا تصوّر رُخِ نیکو کا تصوّر

اک وہم ہے جب تک نہیں تو حُسن سے آگاہ
اے شیخ ترا حورِ مینو کا تصوّر

محراب تری تیغ ہے جب تک نہیں اُس سے
وابستہ کسی کے خمِ ابرو کا تصوّر

انوارِ الٰہی کا ہے جویا تو بسا لے
آنکھوں میں کسی شاہدِ گلرو کا تصوّر

ہونے کا عیاں نجمِ حقیقت نہیں جب تک
پیدا نہ ہو دل میں شبِ گیسو کا تصوّر

بیکار ہیں سجدے ترے جب تک نہیں غلطاں
سر میں کسی معشوق کے زانو کا تصوّر

اے گوہرِ رحمت کے طلبگار کبھی باندھ
دل میں کسی مظلوم کے آنسو کا تصوّر

لبریزِ مئے عشق سے ہے حُسن سے شاداب
بے کیف نہیں حضرتِ شیؔنگلو کا تصوّر

غزل

سارے جہاں میں ہے شہ خوباں کا تذکرہ
روئے صبیح و کاکلِ پیچاں کا تذکرہ

مے پی کے اے ندیم کریں آج دیر تک
حسنِ سرور پرورِ جاناں کا تذکرہ

تاریکیوں میں ڈوب کے اس شب کی کیجیے
چشمِ سیاہ و زلفِ پریشاں کا تذکرہ

پروین کا عکس چشمۂ کوثر میں دیکھیے
کیجے جبیں کی تابشِ افشاں کا تذکرہ

سانچے میں دل کو طاقِ عقیدت کے ڈھال کر
کیجے چراغ حسنِ فروزاں کا تذکرہ

○

ساقی

اے ساقیِ گلعذار و گل پوش
اے رشکِ قمر سمن بناگوش

آ بزمِ طرب میں بن سنور کر
افشاں بہ جبیں و زلف بر دوش

ہے پا بہ حنا سبو، صراحی
سرمہ بہ گلو پڑی ہے خاموش

پیمانہ کو بخش اذنِ گردش
مینا سے انڈیل آبِ سرجوش

گلرنگ شراب میں ڈبو دے
دامانِ حواس و خرقۂ ہوش

جھونکوں سے ہوائے سرخوشی کے
ہو جائے چراغِ ہوش خاموش

ہو ساحلِ خشک تشنہ کامی
موجِ مئے ناب سے ہم آغوش

مستی میں وہ راز کشف ہو جائیں
ہیں پردۂ عقل میں جو روپوش

ساقی ترے یُمنِ تربیت سے
ہر رنگ میں خوش ہے رندِ مے نوش

گہہ خاک نشین و خاک بر سر
گہہ عرش بدوش اِرم در آغوش

گہہ راہبرِ صراطِ عرفاں
گہہ مردِ خراب حال و مدہوش

گہہ معتقدِ بُتِ برہمن
گہہ مخلصِ زاہدِ عبا پوش

جلد آ سرِ محفلِ حریفاں
اے ساقی اے نگارِ گل پوش

آ جانِ نشاط و نغمہ و حُسن
اے شاہدِ عاشقانِ مے نوش

افسوں بہ نگاہ و نغمہ بر لب
گلدستہ بہ کف بہار بر دوش

آ بہر خدا شتاب کب سے
بیٹھے ہیں رند سُست و خاموش

— —

○

تصویرِ یاس

ندّی کے کنارے ایک لڑکی
بیٹھی تھی خموش غمزدہ سی

رُخ پر آزردگی کے آثار
کمھلائے ہوئے صبیح رُخسار

اُلجھی ہوئی کاکلیں پریشاں
چہرہ تصویرِ یاس وحرماں

بیگانۂ شانۂ زلفِ برہم
بیگانۂ سُرمہ چشمِ پرنم

بشرے پہ فسردگی الم کی
آنکھوں میں گھٹائیں یاس و غم کی

کہسار کی آب جُو میں جیسے
اُلجھے ہوئے عکس جھاڑیوں کے

جیسے لبِ سلسبیل حُوریں
بیٹھی ہوں نہا کے اور اُس میں

اُن کے ژُولیدہ گیسوؤں کا
پڑتا ہو جنُوں فروش سایا

بیٹھی تھی کنارِ آب خاموش
صہبائے غمِ نہاں سے مدہوش

بے حس بت کی مثال ساکت
آنکھیں غمناک ہونٹ صامت

جیسے کوئی بُت کدہ ہو ویراں
برباد و ہلاکِ برق و باراں

ٹوٹے پھوٹے ہوں غرفہ و در
صدیوں کی ہو مُہرِ ثبت جس پر

منڈلاتی ہو جس جگہ شب و روز
اگلے وقتوں کی روحِ پُرسوز

آغوشِ فضا میں ہوں جھلکتے
ماضی کے خوابناک نقشے

ہر قطرۂ آب و ذرّۂ خاک
ہو یادِ رفتگاں میں غمناک

ہر نخل ہو ایک پیکرِ غم
ہر سنگ ہو اک شبیہِ ماتم

پیڑوں میں نسیم کی زبانی
فطرت کرتی ہو سوز خوانی

اور اُس ویراں صنم کدے میں
عہدِ رفتہ کے غم کدے میں

قائم ہو ایک ہر ہر یں بُت
خوش ہیت و سحر آفریں بُت

ایّامِ سلف میں جس کے آگے
ہوتے تھے پجاریوں کے سجدے

بچھتا تھا گلوں کا فرشِ رنگیں
جلتے تھے چراغ ہائے زرّیں

اور اب فقط ایک شکلِ حسرت
عہدِ دیرینہ کی علامت

مٹّی جس پر جمی ہوئی ہے
برسوں سے گھاس اُگی ہوئی ہے

یوں بیٹھی ہوئی تھی وہ نویلی
چُپ چاپ کنارِ جُو اکیلی

کھوئی ہوئی سی خموش حیراں
حرماں زدہ غرقِ دردِ پنہاں

صد حیف شباب و حُسن کی روح
یوں دشنۂ حزن سے ہو مجروح

عشرت ہو پائمال افسوس
دولت ہو خستہ حال افسوس

قدرت کے عجیب ہیں معمّے
کُھلتے نہیں عقل سے یہ عُقدے

کیوں حسُن پہ غم کی بدلیاں چھائیں
کیوں آبِ بقا میں سانپ لہرائیں

کیوں چشمِ شباب خونچکاں ہو
کیوں حسُن کا حزن رازداں ہو

لبریز ہو سم سے ساغرِ ناز
زانوئے الم پہ ہو سرِ ناز

ہو دستِ بلا میں کاکُلِ حسُن
غلطیدہ بہ خاک ہو گلِ حسُن

کیا مصلحت اس میں اے خُدا ہے
کیا راز ہے کیا تری رضا ہے

محرابیں حسن کی بنانا
اور ان میں چراغِ غم جلانا

عشرت کے چمن میں خار بونا
مُنھ حسن کا آنسوؤں سے دھونا

زیبائی کے محل سجا کر
رعنائی کے چمن کھِلا کر

اُن میں حسرت کی خاک اڑانا
ہر نقشِ نشاط کو مٹانا

شوخی آنکھوں سے چھین لینا
مُسکان لبوں سے چھین لینا

بیندی کے عوض لگانا دھبّے
ماتھوں پر خونِ آرزو کے

اے قادرِ بے نیاز توبہ
اے قاہرِ بے نیاز توبہ

-- --

○

غزل

ظلمتیں گھیرے ہوئے ہیں میری نظروں کو ابھی
جلوۂ دوست میسّر نہیں آنکھوں کو ابھی

کُلبۂ تنگ کے اے معتکفِ تیرہ نصیب
تو نے دیکھا ہی نہیں نور کے جلوؤں کو ابھی

دُور ہے مستیٔ عرفاں کی سحر اے رندو
نہ بُجھاؤ خرد و ہوش کی شمعوں کو ابھی

ہیں نمازیں تری یخ بستۂ پندار ہنوز
سوز حاصل نہیں زاہد ترے سجدوں کو ابھی

منجمد سی شبِ غم ہو گئی اور اے یزداں
تو نے کھولا ہی نہیں نور کے روزنوں کو ابھی

نور میں بھیگ رہی ہے کن اداؤں سے یہ رات
نہ ہٹا روئے سحر فام سے زلفوں کو ابھی

کون اس شورِ حوادث میں سنے گا تیری
چھیڑ مطرب نہ غم و درد کے نغموں کو ابھی

■ ■

فلسفۂ عقیدت

ناصحا دیکھ مری ہستیٔ بے معنی کو
مستیٔ حسن کے مشرق کی صباحِ گلگوں

ساحلِ امن پہ اک خیمۂ زرتار مصوں
عقل اور علم کے طوفانِ اجل پرور سے

میری مستی مرا تعویذ ہے جس کے ڈر سے
علمِ ظلمت زدہ کا مجھ سے رہا دور آسیب

جاذبِ چشم یہ آفاق کے رنگین فریب
جنّتِ گوش یہ ہستی کے نوا سنج طلسم

مجھ کو بہکا نہ سکے اپنی فسوں سازی سے

یہ تصاویر مری زیست کی دیواروں پر
حُسنِ جذبات سے پُر نورِ طرب سے سرشار

جن کے رنگوں میں فروزاں ہے جوانی کی بہار
میں نے کھینچا ہے انھیں محض مسرّت کے لئے

تاکہ رنگیں نظر آئے مرا ہر لمحۂ عمر
تر و شاداب رہے تاکہ مرا سبزۂ عمر

ان کی فرخندگی و فرحت و نزہت کو دیکھ
ان کی خوش رنگی و تابانیٔ صحت کو دیکھ

نہ کسی فلسفۂ علم و عمل کی یہ مریض
نہ کسی مسئلۂ سود و زیاں سے مجروح

ان کے ہر نقش میں لرزاں ہے مسرّت کی روح
ان کا ہر خط ہے سحر گاہِ مسرت کی کرن

انھیں کھینچا ہے فقط میں نے مسرّت کے لئے

ناصحا دیکھ مری ہستیٔ خوش طلعت کو
دیکھ اس پیکرِ خاکی کی ربوبیت کو

موم کے ہاتھ مرے پاؤں مرے پتھّر کے
میرے پتھّر کے قدم ارض و سما جن کے نثار

جن پہ تقدیر چڑھاتی ہے ستاروں کے ہار

دستِ مومی مرا بیگانۂ آزارِ عمل
پائے سنگین مرا نا محرمِ رفتارِ عمل

آج دنیا ہے تبہ علم و عمل کے ہاتھوں
روئے گیتی ہے سیہ علم و عمل کے ہاتھوں

وادیٔ تار میں شیطان کے منصوبوں کی
عقل اور علم و عمل میں ہوئے عہد و پیماں

نغمہ پیرا ہوئی انسان کی تیرہ بختی
انجمِ نحس ہوئے اوجِ فلک پر رقصاں

اک نئی شمع سے روشن ہوا ابلیس کا گھر
عقل اپنے یدِ فولاد میں کوڑا لے کر

صرصرِ علم و عمل کا سرِ میداں آئی
پھا کے گُل کر دیے سب حسنِ عقیدت کے چراغ

اور پھر نقش قدم عشق کے برباد کئے
تا کہ انسان سے مخفی رہے منزل کا سراغ

اور وہ آوارہ بھٹکتا رہے حیراں گمراہ
ظلمتِ دہر میں اک غول بیاباں کی طرح

ہائے اُس نور کے تیشہ کو ترستی ہے نگاہ
عقل کے ٹھوس اندھیرے کے جو ٹکڑے کر دے

بے نیازی کی کوئی حد بھی ہے اے ربِّ رحیم
دیکھ دنیا کی بلکتی ہوئی تاریکی کو
دیکھ اس درد بھرے غمکدۂ ہستی کو

رحم فرما مرے مالک مرے مولائے کریم
عقل اور علم سے برباد ہے انساں کی حیات
دردمندوں کی یہی ایک دعا ہے دن رات
جلد اس آتشِ بے نور کو ٹھنڈا کر دے
دہر میں پھر سے عقیدت کا اجالا کر دے

○

سردی کا منظر

ہچکیاں لے رہی ہے تھم تھم کر
خشک افسردہ جھاڑیوں میں نسیم

اپنی بے مائیگی پہ روتی ہے
سرد ٹھٹھرے ہوئے گُلوں کی شمیم

چاندنی کی رُوپہلی سطحوں پر
یاس کا سیلِ اشک جاری ہے
منھ پہ خوابیدہ آرزؤں کے
موت کا سا سکوت طاری ہے۔۔

ایک نظم

بیلے کی کچّی کلیاں
کرنوں کا دُودھ پی کر

چھاتی پہ چاندنی کی
مدہوش سو رہی ہیں

شب کی حرم سرائیں
مہکی ہوئی ہوائیں

تاروں کے آنسوؤں کی
لڑیاں پرو رہی ہیں

خود رو نشیط نغمے
گہری خموشیوں میں

سوئی ہوئی فضا کے
شانے ہلا رہے ہیں

سیمیں جمال لمحے
لہجے میں چاندنی کے

موہوم سے سُروں میں
کچھ گنگنا رہے ہیں

پتّوں کی چلمنوں میں
رنگینیوں کے افسوں

گُل پوش ٹہنیوں میں
اندازِ کج ادائی

مستی کی رُوح لرزاں
سبزے کی لغزشوں میں

غنچوں میں دلفریبی
پھولوں میں دلربائی

چشموں میں ندّیوں میں
الہام سے درخشاں

ہر لالۂ و گلِ تر
لبریز شعریت سے

لیلائے شب غزل خواں
تنویرِ ماہ رقصاں

نغمے برس رہے ہیں
سازِ اُلوہیت سے

--

(محبوبہ محبوب کی یاد میں)

محبوب ہو مجسمۂ دلبری ہو تم
سرمایۂ نشاط ہو تم زندگی ہو تم

لوحِ سیہ پہ یاس کے لمحوں کی اے صنم
تسکین کی سحر کا خطِ روشنی ہو تم

رنگیں ہے تم سے عارضِ ہر لمحۂ رواں
پیشانیٔ حیات کی تابندگی ہو تم

ہو بامِ عاشقی پہ اگر سبزۂ نیاز
بُستانِ سرائے ناز میں سروِ سہی ہو تم

روندی ہوئی فضائے خموشی میں یاس کی
سازِ رجا کا زمزمۂ خرّمی ہو تم

جانسوز ساعتوں میں وغائے حیات کی
عیسیٰ نفس ہو چارہ گرِ خستگی ہو تم

ناکامیوں کے کُلبۂ ظُلمت فروش میں
تنویرِ جلوۂ مہِ امّید کی ہو تم

سرچشمۂ خوش آبیِ کشتِ نیاز ہو
روحِ بہار ولولۂ عاشقی ہو تم

محرابِ عشق کی ہو اگر شمعِ جانگداز
ایوانِ دیرِ حسن کی بھی روشنی ہو تم

روحِ رواں ہو میرے گلستانِ زیست کی
نکہت ہو تم بہار ہو تم تازگی ہو تم

مایوسی

ہائے وہ راحتیں سرور آمیز
جن سے مشموم تھی ہوائے حیات
وہ حسیں عشرتیں تبسم ریز
گل بکف جن سے تھی فضائے حیات
آج ہیں ایک خواب حسرتناک
ٹمٹماتا ہوا سا خواب حزیں
زرد جیسے چراغ صبح کی لو
ایک افسردہ سا گل غمگیں
اپنے لب پر لئے نحیف سی ضو
خاک آلودہ و گریباں چاک

○

بشارت

وہ بسمل راحتیں جن کے لہو سے
شفق گوں زندگی کی سرزمیں ہے

وہ افسردہ امیدیں جن کے مُنھ پر
خزانِ یاس و غم مسند نشیں ہے

حیاتِ تازہ سے بیدار ہوکر
نئے رنگوں میں ہوں گی آشکارا

دلِ بے کیف کو ہوگا میسّر
سرورِ آگئیں بہاروں کا نظارا
نہ گھبرا اے دلِ مضطر نہ گھبرا
بہت جلد آنے والا ہے وہ ہمدم
نگاہِ لطف ہے جس کی سکوں ریز
نفس جس کا ہے داروئے تپِ غم

نہ گھبرا قلبِ مضطر آ رہا ہے
وہ ہمدم وہ نگارِ حورِ طلعت
مسیحائی لئے صوت و سخن میں
نگاہوں میں لئے انوارِ رحمت

بہارِ سرخوشی کا نورِ رنگیں
لئے اپنی طرب ناک انکھڑیوں میں
تبسّم لب پہ صبحِ دلبری کا
شمیمِ شامِ الفت گیسوؤں میں
وہ یارِ سروقامت پاؤں جس کے
مئے عشرت کی موجیں چومتی ہیں

گھنی بکھری ہوئی زلفوں میں جس کی
سیہ مستی کی راتیں جھومتی ہیں
وہ دلدارِ سمن بر لالہ رُخسار
نویدِ لطف ہے جس کا تکلّم

نکھر جاتی ہے جس کی صوت بن کر
لبِ امید پر موجِ تبسم
وہ محبوب اے دلِ مضطر ترے پاس
بقدِ شانِ تجلّی آرہا ہے
ترے غم کی شبِ تیرہ کی جانب
وہ ماہِ حسن و خوبی آرہا ہے

لئے اپنے جلو میں موج در موج
محبت کا یمِ بے حد و پایاں
مسرّت کے ہزاروں زعفراں زار
امیدوں کے خیاباں در خیاباں

○

غزلِ مسلسل

لائی ہے مژدہ فصلِ بہاراں ترے لئے
آراستہ ہے صحنِ گلستاں ترے لئے

مینا بدوش گھوم رہی ہے نسیمِ صبح
ساغر بکف ہے لالۂ خنداں ترے لئے

نسرین و سرو سوسن و سنبل ہیں بیقرار
بیتاب ہیں صنوبر و ریحاں ترے لئے

بجتے ہیں آبجو کے ہلوروں میں جل ترنگ
بادِ صبا ہے ناز سے رقصاں ترے لئے

روشن قدم قدم پہ ہیں پھولوں کے قمقمے
ایوانِ رنگ و بو ہے درخشاں ترے لئے

طاقوں میں شاخہائے خمیدہ کے جا بجا
شمعیں گلاب کی ہیں فروزاں ترے لئے

سبزہ ہے منتظر ترے پائے نیاز کا
سجدے جبینِ گل میں ہیں غلطاں ترے لئے

سُن آکے سرو لالہ کی رنگیں نوائیاں
سارا چمن ہے آج غزلخواں ترے لئے

— —

○

غزلِ مسلسل

عشرتِ دل غمِ الفت ہے تمھیں کیا معلوم
اس میں جو درد کی لذت ہے تمھیں کیا معلوم

ہجر ہی میں سے اُبھر آئے خد و خالِ وصال
یہی عرفانِ محبّت ہے تمھیں کیا معلوم

اب تو میرا دلِ پر زخم مری نظروں میں
ایک گلزارِ مسرّت ہے تمھیں کیا معلوم

اس اندھیرے ہی میں جلتا ہے عقیدت کا چراغ
شبِ غم سایۂ رحمت ہے تمھیں کیا معلوم

غم کی پتھریلی زمیں سے وہ ابلتا ہوا درد
آج سرچشمۂ راحت ہے تمھیں کیا معلوم

وصل کی ساعتِ شاداب بھی رنگیں تر
میرا ہر لمحۂ فرقت ہے تمھیں کیا معلوم

ابرِ غم دیدۂ نم سوز و گدازِ پیہم
ان فضاؤں میں جو فرحت ہے تمھیں کیا معلوم

در و دیوار سے جل اٹھتے ہیں رحمت کے چراغ
سوزِ غم میں وہ کرامت ہے تمھیں کیا معلوم

وہ جو تھا یاس کا افسردہ سکوت آج وہی
گلشنِ حرف و حکایت ہو تمھیں کیا معلوم

وہ غمِ عشق کے صحرا کی سرابِ حسرت
آج تسنیمِ مسرت ہو تمھیں کیا معلوم

حُسن کیا شے ہے مشیّت کو مسخّر کر لے
جذبۂ دل میں وہ قدرت ہے تمھیں کیا معلوم

— —

○

غزلِ مسلسل

آ رہے ہیں وہ مرہمِ سوزِ نہاں لئے ہوئے
خندۂ لب میں مژدۂ راحتِ جاں لئے ہوئے

ناز و ادا میں ساحری صوت و سخن میں شاعری
آنکھوں میں حُسن و عشق کی مثنویاں لئے ہوئے

شمعِ طرب کی لب پہ لَو رُخ پہ تجلّیوں کی ضو
زلفِ رسا میں نکہتِ باغِ جناں لئے ہوئے

بادۂ مشکبوئے چشم کو لالہ گوں کئے
موجِ نفس میں خلد کی روحِ رواں لئے ہوئے

چہرہ پہ ابتسامِ گُل دستِ کرم میں جامِ مُل
بر میں بہارِ حُسن کا لالہ ستاں لئے ہوئے

رنگِ سحر عذار میں گیسوئے حلقہ دار میں
عیش و نشاط کی شبِ مشک فشاں لئے ہوئے

اے دلِ خستہ کٹ گئی دردِ فراق کی گھڑی
آرہے ہیں وہ مرہمِ سوزِ نہاں لئے ہوئے

— —

○

منظرِ لبِ دریا

(چشم دید)

کچھ خانہ بدوش اچھوت کنگال
مفلس غربت زدہ تبہ حال

خوش روزہ منا رہے تھے بیٹھے
سایہ میں اک گھنے شجر کے

لگڑی کا دور چل رہا تھا
ہنگامہ ہائے وہو بپا تھا

سب مستِ طرب تھے اور سرخوش
نادار غریب تھے مگر خوش

اک زہرہ جمال حور پیکر
ناظورۂ خوش ادا سمن بر

ڈھولک پر گیت گا رہی تھی
نغموں کے گُل کھِلا رہی تھی

رُخ پر بکھرے ہوئے تھے گیسو
آواز میں تھا بلا کا جادو

گیت اُس بُتِ مہ لقا کا گویا
زیور تھا گلوئے سامعہ کا

افشاں جو سروں کی چُن رہی تھی
سیما پُر نور تھی فضا کی

رُخ پر تھی ضیائے روح خورسند
کپڑوں میں لگے ہوئے تھے پیوند

روپوش تھی حسُن کی تجلّی
چادر میں سیاہ بختیوں کی

آئینۂ حسُن دلربائی
آزردۂ زنگِ بے نوائی

بے توشہ و بے نوا و شاداں
جنّت بکنار و چاک داماں

مسکین و غریب و لالہ رُخسار
بیچارہ و خستہ حال و دلدار

جیسے کوئی پھول خار و خس میں
یا بلبلِ خوش نوا قفس میں

خوش خوش مستی میں گا رہی تھی
صہبائے طرب لنڈھا رہی تھی

کانوں کو سرود تھا میسّر
آنکھوں کو جمالِ رُوح پرور

کیا لطف تھا کیا عجب سماں تھا
نغمہ لبِ حُسن سے رواں تھا

برسوں کا یہ واقعہ ہے لیکن
اب تک مجھ کو ہے یاد وہ دن

اُن لمحوں کی لطیف نکہت
اب تک دیتی ہے دل کو فرحت

اب تک ان ساعتوں کی شمعیں
روشن ہیں طاقِ حافظہ میں

وہ سبزۂ و لالۂ و گُلِ تر
وادی کا وہ دل پذیر منظر

وہ اُس بُتِ خوش گلو کا گانا
گاتے میں ادا سے جھوم جانا

وہ مجمعِ مفلسانِ خوش دل
وہ دورِ شراب و رنگِ محفل

یادیں یہ کچھ ایسی دلنشیں ہیں
کچھ ایسی سرور آفریں ہیں

جن کے سرچشمۂ کرم سے
جن کی رنگینیوں کے دم سے

پُر آب ہے رودِ شادمانی
قائم ہے بہارِ زندگانی

-- --

○

مُلّا کی سرگذشت

دورِ نرگس میں ترے اے صنمِ گُل اندام
خوار و برباد ہے دیں دارئ زُہادِ کرام

آج ہنگامِ عِشا صُفّۂ مسجد کے لوگ
کر رہے تھے درِ میخانہ پہ ساقی کو سلام

حضرتِ پیرِ مغاں سے بصد الحاح و نیاز
عرض یوں کرنے لگا شہر کی مسجد کا امام

اے تولّا و تلطّف کے جہان کے سرور
اے کہ ہستی تری سرچشمۂ لطف و اکرام

مذہب و شرع کی پیچیدہ گزرگاہوں میں
ایک مدّت سے بھٹکتا رہا بے نیلِ مرام

نفس کا تزکیہ بھی کرتا رہا تصفیہ بھی
نغمۂ و بادہ و اطربہ کو سمجھا میں حرام

لیکن اس بندگی و نفس کُشی کے باوصف
دل کو حاصل نہ ہوا حیف سکون و آرام

اک عجب طرح کی وحشت نے مجھے گھیرا ہے
سخت الجھن میں بسر ہوتے ہیں میرے ایّام

شب کی تاریک فضا میں متشکّل ہو کر
سامنے میرے ابھر آتے ہیں میرے اوہام

کبھی بن ٹھن کے مرے سامنے آجاتی ہے
کوئی محبوبہ لئے دستِ حنائی میں جام

رقص کرنے کبھی لگتی ہے کوئی لوئی شوخ
نار پستان و سہی قامت و نازک اندام

کبھی آکر مرے نزدیک کوئی معشوقہ
گیسوں کا مرے شانوں پہ بچھا دیتی ہے دام

مجھ کو محراب نظر آتی ہے خمخانہ بدوش
حوضِ مسجد میں چھلکتی ہے شرابِ گلفام

مستی و رنگ سے بھر جاتی ہے معبد کی فضا
کھیلتے ہیں مرے سجّادہ پہ ہولی اصنام

یہ مرا زُہدِ سلیم اور یہ ہنگامۂ کفر
کیا شریعت کے مراحل بھی ہیں عبرت کے مقام

حُبّ دیں کا یہ عجب مجھ کو ملا ہے ثمرہ
آتے ہیں جلوہ گہہ کفر سے مجھ کو پیغام

دل میں ہیجانِ جنوں کی سی مچی ہے ہلچل
رات کو نیند میسّر ہے نہ دن کو آرام

میری حالت کی خبر سن کے مرے ایک عزیز
مجھ کو پڑھنے کے لئے دے گئے حافظ کا کلام

وقتِ رخصت یہ کہا حافظِ شیراز کا شعر
دفع کر دیتا ہے اس قسم کے امراض تمام

اس کے لفظوں میں وہ افسوں ہے کہ دب جاتا ہی
ذہنِ مذہب زدہ کا خبطِ خیالاتِ خام

پختہ کارانِ شریعت نے کہا تھا مجھ سے
داغ ہے دامنِ اسلام پہ حافظ کا نام

کفر کا حلقہ بگوش اور پرستارِ بتاں
مطرب و مغبچہ و لولی و ساقی کا غلام

زہد و تقویٰ کو کیا جس نے ذلیل و رسوا
عمر بھر جس کو رہا ساغر و مینا سے کام

لیکن اے پیرِ مغاں میں نے جو حافظ کو پڑھا
نظر آئی مجھے ہر شعر میں شانِ الہام

میں نے محسوس کیا جیسے تزلزل آیا
اور گرنے لگے مسجد کے در و غرفہ و بام

کھِل گیا سامنے اک لامتناہی گلزار
جس کا ہر گوشۂ رنگیں تھا مسرّت کا مقام

بن گئی شاخِ خمیدہ گُلِ تر کی محراب
اور مسجد کے ستوں بن گئے شمشاد و ثغام

بادہ خوار آئے گلستاں میں حسینوں کے ساتھ
رونق افروز ہوئے مُغبچگانِ خوش گام

حُسن اور عشق کا مطرب نے ترانہ چھیڑا
بھر دیے ساقیِ خوش خُلق نے بلّور کے جام

راحتِ سامعہ تھا زمزمۂ عود و رباب
عشرتِ باصرہ تھا حُسنِ بتانِ گلفام

سِکّہ رائج جو ہوا لیلِ سیہ مستی کا
مہرِ ایماں ہوا روپوش پسِ کتمِ ظلام

یک بیک صبح ہوئی ختم ہوا قصّۂ شب
بامِ گردوں پہ ہوئے نصب سحر کے اعلام

اٹھ کے بستر سے جو میں صحن میں آیا دیکھا
زمزمہ سنج ہے اک طائرِ صحرا سرِ بام

میرے دل میں ہوا اسوقت یہ پیدا احساس
کر رہا مجھ سے ہے یہ مرغِ نوا ریز کلام

اور یوں مجھ سے مخاطب ہو کہ اے مردِ خدا
رائگاں عمر گزرتی ہے تری صبح و شام

وحشیِ آبلہ پا زہد کے ریگستاں کے
جا کے گلزار میں سُن بادِ بہاراں کا پیام

نسخۂ خوشدلیِ حُسن طلب کر گُل سے
اور لے مرغِ چمن سے سبقِ عشق تمام

کتب و صحف کی تا چند ورق گردانی
ہر طرف ارض و سما پر ہیں حدیثیں ارقام

ماہ و انجم سے بھی روشن ہے رسالت کا جلال
ہوتے ہیں سرو صنوبر سے بھی نازل الہام

لطف و شادی کے چمن زار کھلے ہیں ہر سمت
جا بجا دہر میں الطافِ بہاراں ہیں عام

لالۂ گُل میں بھی پھولی ہے شفق مستی کی
سرو و سنبل میں بھی رقصاں ہے جوانی کی شام

دشت و کہسار میں بھی زمزمہ خواں ہے فطرت
مرغِ گلزار بھی دیتے ہیں مسرّت کا پیام

آبشاروں میں بھی لہراتے ہیں اشعارِ لطیف
لالہ زاروں میں بھی ہے روحِ سخن مست مدام

موجِ دریا بھی ہے صد چنگ و چغانہ بکنار
کفِ صحرا پہ بھی ہے لالۂ رنگیں کا جام
نوجوانی کی بہاریں ہیں شگفتہ ہر سُو
شادمانی کے چمن کھِل رہے ہیں گام بہ گام
ہر طرف لٹ رہی ہے عیش طرب کی دولت
اور قسمت میں تری صومعہ کا حبس دوام
تو ہے جس حُسنِ حقیقی کے لئے سرگرداں
ہے بہت تیری رسائی سے بلند اس کا مقام
آشیاں گاہ سے اس طائرِ لاہوتی کی
ہے تہیں پست ترا اے مردِ خدا تیرا دام
اور وہ آذرِ پندار کے ترشے ہوئے بُت
آستینوں میں تری جن کا ہے درپردہ مقام

کبھی ڈالی ہے نظر ان پہ بھی ہنگامِ نماز
اے رہ و رسمِ شریعت کے بہی خواہِ کرام

بھاگ اس حلقۂ سالوس و تصنع سے بھاگ
مکر و تزویر سے کیا قلبِ حق آگاہ کو کام

زہدِ دیرینہ کے سنگین تحکّم کے تحت
سلب ہو جاتی ہے بالیدگیِ روح و مشام

عقل کھو بیٹھتی ہے اپنا مذاقِ تگ و تاز
اس پہ جب دین کے ہوتے ہیں مسلط احکام

زیست بن جاتی ہے اک مرغِ قفس پروردہ
رام کر لیتا ہے جب اس کو شریعت کا نظام

فکرِ واماندہ کو دے ہمّتِ پرواز کا درس
پائے بے حس کو سنا مژدۂ تقدیسِ خرام

کیا ملا شرع کے چھلکوں میں تجھے اے ناداں
مغزِ ایماں سے تو پرہیز رہا تجھ کو مدام

قید سے دائرۂ دیں کے ذرا پاؤں نکال
منتظر ہے ترے قدموں کی رہِ عیشِ دوام

یہ سخن مجھ سے کہا اور نگاہوں سے مری
اُڑ کے اوجھل ہوا وہ طائرِ فرخندہ پیام

تیری خدمت میں اب آیا ہوں میں اے پیرِ مغاں
اپنے سینے میں لئے داغِ حیاتِ ناکام

طالبِ راہ نما ہے مری بھٹکی ہوئی زیست
تھام لے ہاتھ میں اپنے مری ہستی کی زمام

اب مجھے خُمر و مصلےٰ سے سروکار نہیں
نہ صحائف سے نہ اورادِ وظائف سے کام

توڑ آیا ہوں وہ سب لات و مناتِ پندار
اب مرے دل میں ہے باقی فقط اللہ کا نام

خشک و تشنہ ہے مری رُوح کرم کر مجھ پر
مئے بے غش کا پلا بہرِ خدا مجھ کو جام

سُن کے دلچسپ و پُراسرار بیاں مُلّا کا
اِس سے یوں گرمِ سخن پیرِ خرابات ہوا

ہو مبارک تجھے اے طالبِ دُرِّ مقصود
آج تاباں ہے تری زیست پہ بختِ مسعود

اِک نئے دورِ محبّت کی ہے گویا تمہید
مجلسِ اُنس میں رندوں کی ترا آج ورود

ہو کے سرشارِ حقائق تری چشمِ بینا
آج دیکھے گی نئے رنگ میں حُسنِ مشہود

آج تو حُسنِ عبادت سے شناسا ہو گا
آج ہر شے نظر آئے گی تجھے سر بہ سجود

آج دیکھیں گی نگاہیں تری وہ شمعِ مغیب
جس سے تابندہ ہے اس دہر کا ایوانِ نمود

آج کھولے گا اُسے ناخنِ مستی سے تو
عقل وا کر نہ سکی جو گرہِ غیب و شہود

آج وارستگیِ شوق تجھے حاصل ہے
کل تلک گھیرے ہوئے تھیں تجھے مذہب کی قیود

تجھ کو فرصت نہ ملی شور و شرِ کثرت سے
ورنہ ہر سمت سکوں ریز تھا وحدت کا سرود

سطحِ اضداد سے نیچے نہ گئی تیری نگاہ
ورنہ تھا سلسلۂ ربط بھی ان میں موجود

کفر و دیں شادی و غم سود و زیاں فتح و شکست
انتسابی سمجھ اے یارِ عزیزاں کا وجود

فتح کے نقشِ قدم کوئے ہزیمت میں ڈھونڈھ
دیکھ ہر لوحِ زیاں پر ہے رقم کتبۂ سود

دیکھ عرفاں کی ضیا ناصیۂ مستی میں
سُن لبِ کفر سے بھی نغمۂ گلبانگِ درود

وہ بھی اک شرک ہے توحید کی ہے جسمیں جھلک
وہ بھی اک کفر ہے جس میں ہے خدائی موجود

یاد ہے؟ کس طرح افلاکِ انانیت پر
حق کے احساس کی پھولی شفقِ خوں آلود

رسمِ خونیں کو ادا کر کے پکار اُٹھی شرع
ہو گیا فتنۂ حلّاج جہاں سے نابود

لبِ ناطق پہ تو کی مُہرِ اجل شرع نے ثبت
غیر فانی تھا مگر مطربِ عرفاں کا سرود

بس گیا نغمۂ منصور دلوں میں آخر
کر سکی شاہرۂ دل نہ شریعت مسدود

آج تک شرع کو مستوں سے ہے بغضِ بے وجہ
مذہب و عشق میں جاری ہے نزاعِ بے سود

اِس طرف ولولۂ شوق کی بہتی ہوئی آگ
اُس طرف شرع کے یخ بستہ ضوابط کا جمود

اِس طرف جذبۂ وارستہ کی جولانگاہیں
اُس طرف دیں کے نواہی و اوامر کی حدود

ان حدوں میں ہیں نظر بند کروڑوں انساں
ہندو و مسلم و نصرانی و ترسا و یہود

صلح و اخلاص سے بیگانہ ہیں معبدانِ کے
عدل و انصاف سے بے بہرہ ہیں اِن کے معبود

دیکھ کس قعرِ ضلالت میں گھرے ہیں جا کر
چھوڑ کر مسلکِ پارینہ کو اربابِ ہنود

اور تم ملّتِ بیضا کے علمبردار و
جن کا دُنیا میں ہے سدِّ رہِ اخلاص وجود

جن کے تقویٰ زدہ دل خشک تر از برگ خزاں
جن کا پہنائے نظر تنگ تر از چشمِ حسود

جن کے انفاسِ سکوں سوز میں جلتا ہی جحیم
جن کے سینوں میں بھڑکتا ہے لہابِ نمرود

ہم خراباتی کے بندوں کی طرف بالتخصیص
منعطف رہتی ہے جن کی نگہ خشم آلود

لیکن اس دشمنئ شرع کے باوصف ابتک
گرم ہے بزمِ نشاط اور ہیں ہم بھی موجود

رنگ کھلتا ہی گیا حسن نکھرتا ہی گیا
مئے لعلیں کا تہہِ خیمۂ افلاکِ کبود

خندۂ جام سے ہوتی ہیں فضائیں روشن
لطفِ رندانہ کو رکھتا ہے جواں نغمۂ عود

تشنہ کامی کے افق سے جب ابھرتا ہے قدح
ناچ اٹھتے ہیں لبِ رند پہ نغماتِ درود

لڑکھڑاتی ہوئی راتوں میں سیہ مستی کی
رونما ہوتے ہیں عرفاں کے نجومِ مسعود

چشمِ مستانہ کی اللہ رہی جمال آرائی
اک نئے حسن میں ڈھل جاتا ہی ہر شئے کا وجود

دوست کافی نہیں ایقاں کی ترقی کے لئے
ذکرِ آخر شبی و صوم و تراویح و درود

زندگی ہے تری اک نسخۂ مہمل جب تک
اس میں شامل نہیں یاب مے و مینا و سرود

اک مسلماں کو عجب رنگ میں دیکھا میں نے
کلمہ برلب و ساغر بکف و سر بسجود

کبھی ایسے میں بھی لے یادِ الٰہی کا لطف
ابر ہو جام ہو اور نغمہ فشاں ہوں نے و عود

ہٹ کے جب کشمکشِ زیست سے ہوتا ہے نصیب
سایۂ امن میں انساں کو آرام و قعود

ڈوب کر مستیٔ معصوم میں جب روحِ نیاز
یادِ محبوب میں ہو جاتی ہے مشغولِ سجود

جب دو عالم سے رہا ہو کے نگاہِ ساجد
ایک ہی جست میں چھو لیتی ہے پائے معبود

دیکھ اے حلقۂ کوتاہ نگاہی کے اسیر
وسعتیں زندگیٔ میکدہ کی لا محدود

نہ یہاں شرع کی قیدیں نہ احاطے دیں کے
کفر و ایمان کے ثغور اور نہ ملّت کے حدود

خوش و خرم ہیں ہم آہنگ ہیں کس لطف کے ساتھ
ڈھل کے موسیقیٔ مستی میں مسلمان و ہنود

ہے یہی مدرسۂ میکدہ کا نصب العین
عرصۂ زیست سے ادیان کی مٹ جائیں حدود

بند سیلی ہوئی روحوں کے دریچے کھل جائیں
نفسِ انس سے ہو جائے فضا عطر آلود

زندگی ہو متمکّن بہ شباب و صحت
زیست سے تفرقہ و دخلِ زماں ہوں مفقود

کیش رندانہ ہے تصحیحِ اسالیبِ جدید
رسمِ میخانہ ہے تخریبِ رسومِ معہود

ایک دن فلسفیانِ مے و مینا اے دوست
بشریت کا بدل دیں گے نظامِ موجود

اپنے افکارِ تر و تازہ کی گلکاری سے
نقشِ ہستی میں وہ بھر دیں گے نیا رنگِ نمود

بابِ وا ہوگا مدارا و خوشِ اخلاقی کا
بغض و تحقیر کی ہو جائیں گی راہیں مسدود

شب کا ہنگام ہوا آؤ جلائیں شمع
منعقد ہونے کو ہے بزمِ مے و رقص و سرود

محفلِ اُنس میں شرکت ہو مبارک تجھ کو
آج تاباں ہے تری زیست پہ بختِ مسعود

--

○

دیدار

نہ سوچا ذرا کیا کہے گا زمانہ
چلے آئے وہ میرے گھر والہانہ

میں دُرویش آوارۂ ظلمتِ غم
وہ محبوب چشم و چراغِ زمانہ

اِدھر فقر اور شامتِ بے نوائی
اُدھر حسن اور شوکتِ خسروانہ

مری غیر ممکن تھی اس تک رسائی
نہ کوئی وسیلہ نہ کوئی بہانہ

کئی بار اس در سے میں لوٹ آیا
لبِ عجز سے چوم کر آستانہ

وہی شاہِ خوباں مرے گھر میں آیا
جلو میں لئے عشرتوں کا خزانہ

اداؤں میں افسوں لئے دلبری کا
نگاہوں میں موسیقیٔ عاشقانہ

کہا مجھ سے اے بندۂ غم رسیدہ
نہیں مجھ سے پوشیدہ تیرا فسانہ

اسی غم کی خاموشیوں کے عُمق سے
اُبلتا ہے لطف و طرب کا ترانہ

اسی غم کی افسردگی کوئی دن میں
بنے گی گل و یاسمن کا فسانہ

بہار آئے گی گل بکف گل بداماں
لبوں میں لئے رنگ و بُو کا خزانہ

انہی غم کے لمحات کی آب و گِل سے
نیا ایک تعمیر ہوگا زمانہ

اسی کوئے عسرت سے گزرے گا اِک دن
دلِ کامراں کا جلوسِ شہانہ

○

منظرِ فطرت

تبسّم ریز تھی صبحِ بہاراں
فضائے بوستاں تھی عطر افشاں

وفورِ رنگ و بو سے مست ہو کر
نوا پیرا تھا اک مرغِ خوش الحاں

سحر کی وادیٔ سیمیں میں گویا
رواں تھا نغمۂ مستی کا دریا

اُدھر بادِ صبا تھی زمزمہ سنج
اِدھر مرغِ چمن تھا نغمہ پیرا

ترنّم تھا ہوا کی جنبشوں میں
ترانے موجزن تھے ندّیوں میں

سبک مشموم نغمے گھل رہے تھے
درختوں کی ہری تاریکیوں میں

سحر کے گیت کلیاں گا رہی تھیں
گلوں کے لب پہ تھے اشعار نگیں

چمن میں رنگ رس برس رہا تھا
بہارِ جانفزا کا لحن شیریں

مرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی
الاپوں نغمۂ پُرسوز کوئی

چمن والوں کو متوالا بنا دے
مرے نغماتِ وارفتہ کی مستی

سناؤں ایسے درد انگیز گانے
غمِ اُلفت کے آشفتہ ترانے

جو انانِ گلستاں بھول جائیں
گُل و بُلبُل کے پارینہ فسانے

مرا رازِ نہاں صوت آشنا ہو
مرا نغمہ ہم آغوشِ فضا ہو

شمیمِ حُسن سے مسرور ہو کر
ہوا میں جھومتی میری نوا ہو

اُدھر صد نغمہ بر لب آبجو تھی
ترنم پاش بادِ مشکبو تھی

اِدھر نغمے مرے لب سے رواں تھے
اور ان نغموں کو تیری جستجو تھی

--

غزل

نگار و نغمہ و صہبا و مینا
اسی کا نام ہے اے یار جینا

نہ ہو اے دل ہراساں کوہِ غم سے
یہیں مدفون ہے عرفاں کا خزینا

چٹانوں سے الجھتا جا رہا ہوں
ہتھیلی پر لئے اک آبگینا

بلا سے خاک ناکامی پہ ٹپکے
جبینِ سعیٔ پیہم کا پسینا

تلاطم خیز ہے دریا تو کیا غم
مرا بھی آزمودہ ہے سفینا

نشیبِ عمر کے بھی زاویے سے
نظر دنیا پہ ڈال اے چشمِ بینا

کہاں گر کر ملا ہے پستیوں میں
ترے بامِ فلک پیما کا زینا

ارے تم ساحلوں کے بسنے والو
تمھارا بھی کوئی جینا ہے جینا

بڑی مہلک کنارے کی کشش ہے
خدارا دور رکھ اپنا سفینا

مرے محبوب تیری خاکِ پا سے
بنائے میں نے اکثر جامِ و مینا

خدا جانے میں ہوں کن منزلوں میں
کہ اب یکساں ہے مرنا اور جینا

غزل تم پڑھ چکے بزمِ سخن میں
رکھو بالائے طاق اپنا سفینا

— —

○

غزل

میرا طرزِ حیات رندانہ
میرا دارالسّلام میخانہ

زیست کچھ ہو چلی ہے زنگ آلود
ساقیا لا شراب و پیمانہ

رکھ کے سر زلفوں کے بالیں پر
کون یہ سو رہا ہے دیوانہ

زندگانی سنور گئی جب سے
راس آئی فضائے میخانہ

نفس کی مشعلوں سے دور رہا
شمعِ حُسنِ ازل کا پروانہ

بن گیا ایک نغمۂ پُرسوز
لبِ ہستی پہ میرا افسانہ

اک نظر سوئے کاسۂ دُرویش
اے مکینِ رواقِ شاہانہ

کچّی مٹّی کا اک کھلونا ہے
سوزِ غم سے جو دل ہے بیگانہ

تیرے قرباں اے انانیّت
تیرا سجدہ بے نیازانہ

چشم میں جان و دل میں رگ رگ میں
موجزن ہے جمالِ جانانہ

اے خوشا اتصالِ ناز و نیاز
ان کی زُلفیں ہیں اور مرا شانہ

رند نے سیکڑوں دعائیں دیں
دستِ ساقی سے لے کے پیمانہ

--

○

نغمہ بہار

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے
جہاں میں نئی روشنی لا رہی ہے

جمودِ زمستاں کو ٹھکرا رہی ہے
دلِ سردِ ہستی کو گرما رہی ہے
بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

وہ یخ بستہ بے حس ندی جس کا پانی
تھا مدت سے نا آشنائے روانی

بصد ناز و شوخی بصد شادمانی
پہاڑوں میں وارستہ لہرا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

لبِ موجۂ آب پر ہے ترنّم
لبِ سوسن و لالہ پر ہے تبسّم
درختوں میں ہیں زمزموں کے تلاطم
صبا نغمۂ تہنیت گا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

خیاباں میں گلہائے زریں قبا پر
بیاباں میں خاکِ جنوں آشنا پر

شجر پر حجر پر فضا پر ہوا پر
عجب مستیِ رنگ و بو چھا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

شرابِ بہاراں سے سرشار ہیں گُل
مئے جلوۂ گُل سے مدہوش بُلبُل

سمن نشہ میں وجد میں سرو سنبل
ہوا فرطِ مستی سے تھرّا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

خمستانِ گلشن میں میخواریاں ہیں
عجب رنگ رلیاں ہیں سرشاریاں ہیں

مسرت کی ہر سمت گلکاریاں ہیں
فضا اپنی مستی پہ اترا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

بیاباں معطّر گلستاں معطّر
گلستاں میں شمشاد و ریحاں معطّر

گل و سبزۂ تر کا داماں معطّر
نسیم سحر عطر برسا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

چلو دوستو آج گلشن میں جائیں
وہاں جا کے اشعار حافظ کے گائیں

پئیں جام پر جام دھومیں مچائیں
کلی آج دل کی کھلی جا رہی ہے

بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

--

○

غزل

یہی مستوں کی ہے بہشتِ بریں
ابر و معشوق و بادۂ لعلیں

مذہبِ رند کے ثلاثۂ قدس
ساقی و مطرب و نگارِ حسیں

دشتِ غربت میں سو رہا ہے کوئی
زیرِ سر رکھ کے سنگ کا بالیں

خشمگیں ہو رہے ہیں ویرانے
جاگ اے قصرِ عافیت کے مکیں

دیکھ اے ربِّ ساحل آج کچھ اور
کشتیاں بحرِ غم میں ڈوب گئیں

رائگاں سجدہ بندگی بے سود
جب تلک دل نہیں نیاز آگیں

دوستو کہہ گیا پتے کی بات
بیخودی میں گدائے خاک نشیں

کیا سنوں تیری بات اے واعظ
تو نے سمجھا ہی زندگی کو نہیں

نور ہی نور میرا شعلۂ عشق
دود ہی دود تیری مشعلِ دیں

غزل

سالکِ اُنس کا پیغام بھی اک روز سنو
سخنِ رندئے آشام بھی اک روز سنو

روز سنتے ہو دف و طبلِ سیاست کا خروش
نغمۂ حافظ و خیام بھی اک روز سنو

شعلۂ زارِ عمل و علم کے اخگر چینو
سمن و لالہ کا پیغام بھی اک روز سنو

تم نے آغازِ عمل ہی کے قصیدوں کو سنا
نوحۂ ماتمِ انجام بھی اک روز سنو

تم نے اربابِ عمل ہی سے لیا درس ہنوز
پندِ ساقیِ گل اندام بھی اک روز سنو

عمل و علم کے گلشن میں چہکنے والو
نالۂ مرغِ تہِ دام بھی اک روز سنو

دہر کے فتنۂ پُر شور سے فارغ ہو کر
نغمۂ بزمِ مے و جام بھی اک روز سنو

غزل

کھل کر کفِ سحر میں شگوفہ گلاب کا
دکھلا رہا ہے جلوہ کسی کے شباب کا

لمحہ بہ لمحہ مجھ کو پلائی شرابِ غم
ممنون ہوں ترے کرمِ بے حساب کا

نانِ شعیر و سجدۂ شکرانہ و نماز
دلدادہ ہوں میں زندگیِ بوتراب کا

یاد آئی مجھ کو چادرِ کہنہ بتول کی
روئے قمر پہ دیکھ کے سایہ سحاب کا

اے عشق مژدہ رسمِ رسائل بدل گئی
اب اُن کو انتظار ہے میرے جواب کا

ہستی کے سقف و بام کا نوحہ سُنا گیا
جوئے رواں میں ٹوٹ کے گنبد حباب کا

روزِ ازل سے سر بہ گریباں ہیں اہلِ فکر
لیکن کھُلا نہ راز تمھارے حجاب کا

سجدے میں رندِ میکدۂ حُسن گر گیا
طاقِ سحر میں دیکھ کے خم آفتاب کا

بیداریِ خرد سے نہ آگاہ کر مجھے
رہنے دے مجھ پہ سایہ محبّت کے خواب کا

کی میں نے اس کے ہاتھ پہ بیعت بصد نیاز
ساقی نے مجھ کو جام دیا جب شراب کا

— —

○

غزل

میں سو رہا تھا مجھ کو جگا کر چلے گئے
تاریکیوں میں شمع جلا کر چلے گئے

دریا کے پار ہوتے ہی سیّاح عشق کے
آگ اپنی کشتیوں کو لگا کر چلے گئے

میرے ستارِ زیست پہ مضرابِ حُسن سے
الفت کا ایک نغمہ بجا کر چلے گئے

اس باہمی خصومت و نفرت کے دور میں
مجھ کو حدیثِ اُنس سنا کر چلے گئے

میں کوئے عقل و ہوش میں رُسوا ہوں آج تک
تم تو مجھے شراب پلا کر چلے گئے

یاد اُن بتوں کی تازہ کرائے چشمِ اشک ریز
جو دولتِ شباب لٹا کر چلے گئے

چپکے سے رکھ گئے مری چوکھٹ پہ ایک پھول
گویا رہِ نیاز دکھا کر چلے گئے

اُن مطربوں کی یاد میں آؤ بہائیں اشک
جو دردِ دل کے گیت سنا کر چلے گئے

آنکھیں خجل سی ہو گئیں جب دل نے دی خبر
وہ آئے اور جلوہ دکھا کر چلے گئے

--

○

غزل

وہ ماہِ حسن مرے غم کا راز کیا جانے
کسی کا درد کوئی بے نیاز کیا جانے

جسے نہ خوفِ عذاب اور نہ آرزوئے ثواب
وہ رند سجدہ و صوم و نماز کیا جانے

اسی چمن میں کبھی ہل چلے گا پیری کا
کسی کی اٹھتی جوانی یہ راز کیا جانے

چراغِ بزم گہِ شب کا شعلۂ سرِ خود
سحر کی شمع کا سوز و گداز کیا جانے

طلسم توڑ دیا جس نے قرب و دُوری کا
وصال و ہجر کا وہ امتیاز کیا جانے

نہ چوٹ کھائی ہو جس دل نے اے ندیم عزیز
وہ حُسن و عشق کا راز و نیاز کیا جانے

امینِ منزلِ عرفاں ہے رند بادہ پرست
یہ رمز متقیِ پاک باز کیا جانے

غزل

رہروانِ عشق سے سارا جہاں بگڑا رہا
روڑے اٹکائے زمیں نے آسماں بگڑا رہا

اس پہ روشن تھیں مرے عزمِ سفر کی خامیاں
تا بہ منزل مجھ سے میرِ کارواں بگڑا رہا

سہہ رہے تھے نزع میں کچھ خشک ناشاداب گل
ہائے کیوں ہم سے ہمارا باغباں بگڑا رہا

وہ تو بادِ شُرط لے آئی کنارے پر انھیں
کشتیوں سے ورنہ بحرِ بیکراں بگڑا رہا

بُلبُلیں بھی چپ رہیں گُل بھی رہے افسردہ دل
باغباں اب کے نظامِ گلستاں بگڑا رہا

ان سفینوں کا خدا مالک ہے جس کا اے ندیم
ناخدا غافل رہا اور بادباں بگڑا رہا

--

○

غزل

ہنستے ہوئے ہر منزلِ دوراں سے گذر جا
صحرا سے گذر جا چمنستاں سے گذر جا

اے منزلِ اسرارِ جنوں کے متجسّس
جلد اِس چمنِ لالۂ و ریحاں سے گذر جا

دریا ترا دلِ عشق ترا لامتناہی
تو دیر و حرم کی حدِ ایماں سے گذر جا

کیوں فکرِ نشیمن میں ہے تو سر بگریباں
جوں موجِ صبا حُسن کے بُستاں سے گذر جا

جوئے مترّنم کی طرح زمزمہ بر لب
رنج و غمِ ہستی کے بیاباں سے گذر جا

الفت کا درندوں کو سناتے ہوئے نغمہ
تفریقِ مذاہب کے نیستاں سے گذر جا

آنکھوں میں لئے جلوۂ پُر نورِ محبّت
بے خوف و خطر ظلمتِ عصیاں سے گذر جا

--

غزل

ہو نہ سکی جب آشنا دل کے معاملات سے
عقل ہوئی کنارہ کش عشق کی کائنات سے

میرا مذاقِ رنگ و بو پیہم ابھارتا رہا
باغ و بہار کے نقوش رنج و غمِ حیات سے

عقلِ بشر ہے زشت بیں علم ہے ظلمت آفریں
حسن کے آفتاب ابھر بامِ تجلّیات سے

آخر کار ہمکنار رہِ تغافل نگار
ہوگئی اک مقام پر منزلِ التفات سے

سُبحہ بدست دیکھتے رہ گئے زاہدانِ خشک
جام بکف گزر گئے رندرہِ نجات سے

اے مرے سروِ خوشخرام اے بتِ آرمیدہ گام
بہرِ خدا کبھی گذر میری رہِ حیات سے

--

غزل

سوئے مقتلِ عشق کا دیوانہ بڑھتا ہی گیا
وجد کے عالم میں بے باکانہ بڑھتا ہی گیا

مختصر سی سرگذشتِ دل تھی لیکن اے ندیم
درد و غم کے ساتھ ساتھ افسانہ بڑھتا ہی گیا

ہر قدم پر تھا خیالِ توبہ گویا سدِّ راہ
رند لیکن جانبِ میخانہ بڑھتا ہی گیا

حرب گاہِ خیر و شر میں اے شہید محترم
تیرا پائے ہمّتِ مردانہ بڑھتا ہی گیا

خَلق نے برسائے پتھّر عقل نے کانٹے بچھائے
راہِ الفت میں مگر دیوانہ بڑھتا ہی گیا

○

غزل

وہ رند بے نیاز ہوئے ننگ و نام سے
جن کو ازل سے ربط تھا مینا و جام سے

نکلا ہے میکدے سے بہ زعم فقیہہ شہر
رندوں کا اک ہجوم بڑی دھوم دھام سے

اپنے شباب ہی سے ہے خطرے میں اپنی زیست
کیا طرفہ شمع ہے کہ ہراساں ہے شام سے

وہ سرزمینِ دل رہی محرومِ رنگ و بُو
شاداب جو ہوئی نہ مئے لالہ فام سے

ملتا ہے رزقِ نور گدایانِ عشق کو
حُسنِ نظر فروز کے ماہ تمام سے

فن کارِ لم یزل قلم اک بار پھر اٹھا
کچھ نقش رہ گئے ہیں ترے ناتمام سے

رندوں نے اور طرزِ سجود اختراع کی
تنگ آکے شیخ ترے قعود و قیام سے

آخر فقیر خاک نشیں پر بصد کرم
ڈالی نظر کسی نے بلندیِ بام سے

○

غزل

جب دل ہی آشنا نہ ہو سوزِ نیاز سے
کیا فائدہ رکوع و سجودِ نماز سے

بے کیف ان کا تجربہ زیست رہ گیا
آگاہ جو ہوئے نہ محبّت کے راز سے

وہ دل قرار گاہ نزولِ کرم بنے
جو باخبر تھے عشق کے سوز و گداز سے

کن کن حقیقتوں سے ہیں سرگرمِ اختلاط
مدہوش ہو گئے ہم حُسنِ مجاز سے

اخفائے رازِ عشق کا حسرت زدہ سکوت
رو یا لپٹ لپٹ کے مرے دل کے ساز سے

اللہ ری بے نیازیِ رندانِ عشق کیش
لوٹ آئے تشنہ لب ہی خمستانِ ناز سے

ــــ ــــ

○

تنقید

ایک درویش حقیقت نگر و صاحب حال
درِ میخانہ پہ بیٹھا ہوا تھا محوِ خیال

ہم سخن اُس سے ہوا ایک حکیم عالم
حکمت و علم و ادب میں جسے حاصل تھا کمال

جس سے پوشیدہ نہ تھا فلسفۂ عصر جدید
جس کو ازبر تھے حکیمانِ سلف کے اقوال

جس کے سیمائے سخن سے دمِ تصریحِ نکات
آشکارا تھا تب و تابِ تفکّر کا جلال

عالم و فاضل و دانائے رموز و حکمت
ماہرِ منطق و استادِ فنِ قیل و قال

حُسنِ تفسیر سے تھی خوبیٔ تخئیل عیاں
زلفِ تقریر کو حاصل تھا خمِ استدلال

چہرہ آرائے معانی تھا سخن کا اسلوب
زیورِ علم سے آراستہ تھا حُسنِ مقال

گاہ تاباں صفتِ خور بہ سپہرِ تشریح
گاہ رخشاں صفتِ شمع بہ طاقِ اجمال

اس گدائے رہِ ایقاں سے بہ طرزِ شفقت
یوں مخاطب ہوا وہ صاحبِ فرخندہ خصال

دشتِ ادبار کے اے راہ نوردِ بیکیس
جادۂ فقر کے اے سالکِ فرسودہ حال

ننگِ پیراہنِ ہستی ترا جیبِ خالی
تودۂ خاکِ ندامت ترا کچکولِ سفال

بارِ دوشِ بشرّیت پہ تری درویشی
داغِ دامانِ شرافت پہ ترا حرفِ سوال

زندگی قاہرئ علم و عمل کا ہے نام
تو نے سمجھا ہے اسے ساحرئ خوابِ خیال

فلسفۂ نشاط

ہر لمحہ خوشی کا ہے کرن عرفاں کی
توفیقِ نشاط دین ہے یزداں کی
اللہ کے لامکاں میں سب سے پہلے
آواز پہونچتی ہے دلِ فرحاں کی
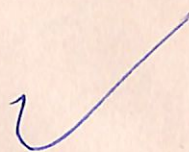
جب دل میں ابھرتے ہیں خوشی کے جذبات
یک لخت نکھر جاتی ہے انساں کی حیات
زنگار ہے دل کا غم مٹا دے غم کو
خوش رہ کے گزار زندگی کے دن رات

جب دل نہ ہو خشوع دین داری بے سود
سجدے بے سود حمدِ باری بے سود
خوش خوش قدموں میں اپنے مالک کے آ
یہ گریۂ انفعال و زاری بے سود

غم کیا ہے ندیمِ ذہنِ انساں کا خلل

دیوان زندگی میں شعر مہمل

ہستی کی فضائیں غم سے خاک آلودہ

غم سے افسردہ من کا خوشرنگ کنول

ٹھنڈی ٹھنڈی فضا ہے اور وقت شام

بیٹھے ہیں چمن میں چند احباب کرام

چہروں پہ نور اور آنکھیں مسرور

ہر ایک کے ہاتھ میں ہے صہبا کا جام

اس صحبت رندانہ میں کیا کیا دیکھا
ہم نے حسنِ ازل کا نقشا دیکھا

ابھرا ساغر سے نغمۂ لاہوتی
چشم میگوں میں ان کا جلوا دیکھا

مینا بولی درِ مسرّت وا ہے

زندانِ عزیز بابِ رحمت وا ہے

مانگو مانگو دعائیں خوشنودی کی

دیکھو زندو درِ اجابت وا ہے

اے مطربِ خوش گلو کوئی نغمہ سُنا

پی کر مئے مشکبو کوئی نغمہ سُنا

سن کر جسے جان و دل ہوں شاداں فرحاں

ایسا پُر لطف تو کوئی نغمہ سُنا

غم کو سمجھ اے عزیزِ من سمِّ حیات
غم رہزنِ ہوش و عقل غم دشمنِ ذات
دنیائے نشاط - مظہرِ نورِ خدا
دنیائے غم و رنج سراسر ظلمات

اپنے غم و رنج کی حراست سے نکل

حق سے ہو آشنا ضلالت سے نکل

چٹکی میں تری ہے صبح کا خندۂ نور

ہو نور سے ہمکنار ظلمت سے نکل

کہتے ہیں کہ غم کا مرتبہ ہے اونچا
کہتے ہیں کہ غم ہے منبعِ نورِ خدا
آ تجھکو بتاؤں میں حقیقت غم کی
غم میں کچھ بھی نہیں اندھیرے کے سوا
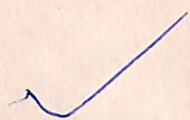
اللہ جمیل ہے جمیل اے ہمدم

حُسن اور نشاط میں ہے رشتہ باہم

اوصافِ الٰہی ہیں نشاطِ اور جمال

شاداب نشاط سے ہے باغ عالم

ساقی کے ہاتھ سے پیالہ لیجے
اس کے دستِ کرم پہ بیعت کیجے
سرشارِ طرب تمھیں کیا ساقی نے
ساقی کو عزیز من دعائیں دیجے

سن یارِ عزیز شادمانی کے گیت
الطافِ بہارِ زندگانی کے گیت

اشجار کا نغمہ سبزہ و گُل کا سرود
جوئے وارستہ کی روانی کے گیت

--

○

کوئل

گانے میں تیرے کوئل ہے کس بلا کی مستی
گاتی ہے ہر جگہ تو جنگل ہو یا ہو بستی
اونچے سُروں میں کوئل جب تو پکارتی ہے
انساں کے دل میں کیا کیا جذبے ابھارتی ہے

جب آسماں پہ بدلی ساون کی جھومتی ہے
آواز تیری اٹھ اٹھ کر اس کو چومتی ہے
آواز کیا ہے بجلی کی بے اماں لپک ہے
جو جگمگا دے کانوں کو اس میں وہ چمک ہے

فرقت زدہ دلوں کی فریاد تیرا گانا
دنیائے عاشقی کی روداد تیرا گانا
چھائے ہیں آسماں پر ساون کے کالے بادل
ہے دلپذیر موسم اور خوشگوار جل تھل

تو آم کے درختوں میں چھپ کے گا رہی ہے
ساون کے پیارے پیارے نغمے سنا رہی ہے
اٹھتی ہے ہوک من میں سن کر ترا ترانہ
نشتر چلا رہا ہے دل پر ترا ترانہ

پھمی کے ہم پجاری حرص و ہوس کے بندے
رکھتے ہیں الجھنوں میں ہم کو ہمارے دھندے
اس قید سے نکلنے کا راستہ دکھا کر
کچھ کیف اور مستی ہم کو بھی تو عطا کر

رُباعیات ساون

کس درجہ لطیف ہے ہوا ساون کی
پُر لطف و نشاط ہے فضا ساون کی
گرمی کی تپش سے ہم کو دینے کو نجات
پورب سے آئی ہے گھٹا ساون کی

ساون کے کرم سے لَوٹ آئی ہے بہار
سرسبز ہوئے ہیں پھر سے دشت و کہسار
دیہات میں لڑکیاں درختوں کے تلے
مستی میں گا رہی ہیں مِل جُل کے ملار